رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ نصیحتیں

مدرس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ؓ قَالَ : اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ ﷺ بِسَبْعٍ ' اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْھُمْ' وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقِیْ' وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ' وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا ' وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا' وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اَخَافَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ' وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ' فَاِنَّھُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ (رواہ احمد)

''حضرت ابوذر غفاری ؓ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے محبوب دوست (ﷺ) نے سات باتوں کا خاص طور سے حکم فرمایا ہے۔ مجھے آپ ﷺ نے حکم دیا ہے مساکین اور غرباء سے محبت رکھنے کا اور ان سے قریب رہنے کا۔ اور آپؐ نے حکم فرمایا ہے کہ دنیا میں ان لوگوں پر نظر رکھوں جو مجھ سے نچلے درجہ کے ہیں اور اُن پر نظر نہ کروں جو مجھ سے اُوپر کے درجہ کے ہیں۔ (آگے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ) اور مجھے آپؐ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں اور قرابتی رشتہ داروں کو جوڑوں اگرچہ وہ میرے ساتھ ایسا نہ کریں۔ اور آپؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی آدمی سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ اور آپؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ہر موقع پر حق بات کہوں' اگرچہ وہ لوگوں کے لیے کڑوی ہو۔ اور آپؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔ اور آپؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں کلمۂ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کثرت سے پڑھا کروں' کیونکہ یہ سب باتیں اُس خزانے سے ہیں جو عرش کے نیچے ہے''۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے صحابہ میں سے تھے۔ اُن کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُن پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ جب وہ مجلس نبویؐ میں موجود ہوتے تو آپؐ سب سے پہلے انہی کو مخاطب فرماتے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے منظورِ نظر تھے اور انہیں خلیلِ رسولؐ کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ صرف معلم ہی نہ تھے بلکہ مربی بھی تھے۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو اسلام سکھایا اور پھر اُن کی تربیت کر کے انہیں اچھا انسان بنایا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت ہی تھی جس نے عرب کے ناشائستہ لوگوں کو اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا۔ حدیث زیر درس میں حضرت ابوذر غفاری ؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل یعنی رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا خاص طور پر حکم دیا۔ پہلی بات جو آپؐ نے مجھے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ میں مساکین اور مفلس لوگوں سے محبت رکھوں۔ عام طور پر مسکین اور غریب لوگوں کو معاشرے میں کم درجہ کے افراد سمجھا جاتا ہے' دوسرے لوگ ان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نہ اُن کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراخی نہیں دی اور رزق کی فراخی کسی شخص کے اچھا اور معزز ہونے کی علامت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ مفلس لوگ حقیر نہیں ہوتے۔ اگر وہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے والے اور قناعت پسند ہیں تو وہ مال داروں سے اچھے ہیں' کیونکہ دولت مند لوگ مال خرچ کرنے میں عموماً بخل سے کام لیتے ہیں یا مال ناجائز کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور برتری کے زعم میں مبتلا ہو کر مسکین اور غریب افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں' اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول رکھنے سے انسان عُجب و تکبر سے بچ جاتا ہے اور اسے اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق ارزاں ہوتی ہے۔

دوسری بات جو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ میں اُن لوگوں پر نظر رکھوں جو مجھ سے نیچے درجہ میں ہیں' یعنی جن کے پاس دُنیوی زندگی کا سامان مجھ سے کم ہے اور ان پر نظر نہ کروں جن کی مالی حالت مجھ سے اچھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر آدمی اپنے سے کمتر حیثیت کے لوگوں کو دیکھے گا تو اُس میں شکر کے جذبات پیدا ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سے زیادہ مالدار لوگوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے' کیونکہ امیروں کی طرف دیکھ کر حسرت پیدا ہوگی' احساسِ کمتری پیدا ہوگا اور موجود نعمتوں پر شکرگزاری کی توفیق نہ ہوگی' بلکہ کثرت کی خواہش پیدا ہوگی جو ذہنی سکون اور اطمینان کو غارت کر دے گی۔ مزید کے حصول میں لگ کر بندہ ناجائز ذرائع اور وسائل کی طرف لپکتا ہے۔ بیوی بچوں کی طرف سے سہولیات کے مطالبات پر وہ سوچوں میں گم رہنے لگتا ہے اور آسانی کے ساتھ شیطان کے دھوکے میں آ کر حصولِ دولت کے ناجائز طریقوں میں ملوث ہونے لگتا ہے' اس طرح لالچ میں آگے بڑھتے بڑھتے وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا واپس مڑنا ممکن نہیں رہتا۔ اس ساری برائی کا تدارک یہ ہے کہ انسان راضی برضائے رب کے جذبات کے ساتھ جو میسر ہو اس پر قناعت کرے اور دوسروں کی عیاشیاں اور محلات دیکھ کر افسردہ نہ ہو۔

حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں تیسری بات جو آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ میں اپنے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کروں' یعنی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑ کر رکھوں اگرچہ وہ مجھ سے ناطہ توڑیں۔ عام طور پر رشتہ داروں میں شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو طول پکڑ لیں تو عداوت تک پہنچ جاتی

ہیں۔ حالانکہ اپنے عزیز واقارب کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے قرابت داری کے تعلق کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ رشتہ داری کا تعلق خدا کا پیدا کردہ ہے' اس کو کمزور کرنے کی بجائے مضبوط کرنا چاہیے۔ قرآن مجید میں بار بار صلہ رحمی کی تلقین کی گئی ہے اور حدیث میں تو یہاں تک آتا ہے کہ اگر عزیز واقارب اچھا سلوک نہ بھی کریں تو بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا یعنی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو شخص قرابت داروں کے ساتھ تعلقات توڑتا ہے گویا وہ خدائی فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ عزیز و اقارب میں جو غریب ہوں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کی بجائے اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ اسی طرح غریب اور تنگ دست رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہ اپنے خوشحال بھائی بندوں سے حسد نہ کریں اور نہ اُن کے لیے زوالِ نعمت کی تمنا کریں' بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دین و دنیا کی بھلائیوں کا سوال کریں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چوتھی بات جو میرے خلیل ﷺ نے مجھے فرمائی وہ یہ ہے کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں' یعنی ضرورت کی ہر چیز کا سوال اللہ تعالیٰ سے کروں۔ دوسروں سے مانگیں تو نہ ملنے پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ آپؐ کے اس فرمان سے قناعت' سادگی اور خود انحصاری کا سبق ملتا ہے جو انسان کو باوقار اور خوددار رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اگر کسی گھڑسوار کا چابک نیچے گر جاتا تو وہ اس بات سے گریز کرتا کہ کسی دوسرے کو کہے کہ وہ اسے اٹھا کر دے' بلکہ وہ بہتر سمجھتا کہ خود گھوڑے سے اتر کر اپنا چابک پکڑے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی حاجت کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کرو' اگر جوتے کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو' اس سے توکل اور راضی برضائے رب کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر جا رہے تھے۔ آپؐ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ اور جب کسی ضرورت اور مہم میں تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد اور اعانت طلب کر۔ (جامع ترمذی) کسی مخلوق سے سوال کرنا اور مدد مانگنا نری نادانی اور گمراہی ہے۔ اللہ کی مشیت کے بغیر انسان کو کسی طرف سے خیر یا بھلائی نہیں مل سکتی اور نہ اُس کی کوئی حاجت پوری ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پانچویں بات جو مجھے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ میں ہر موقع پر حق بات کہوں اگرچہ وہ لوگوں کو کڑوی لگے۔ لوگوں کو تو وہ بات پسند آتی ہے جو ان کے مزاج اور خواہش کے مطابق ہو۔ سچی بات جب خواہش سے ٹکرائے گی تو ناپسند لگے گی' مگر ایک مسلمان بندے کو حق گوئی ہی زیب دیتی ہے۔ لوگوں کو خوش کرنے کی خاطر حق کو چھپانا اور لگی لپٹی باتیں کرنا گناہ کا کام ہے' صاف گوئی مردانِ حق کا شیوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر یہاں تک عمل کیا کہ آپؐ نے اُن کے

متعلق فرمایا: ''آسمان کسی ایسے شخص پر سایہ فگن نہیں ہوا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو کندھوں پر نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچی زبان رکھتا ہو''۔ امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے' وہ اپنا محل تعمیر کروا رہے تھے' حضرت ابوذرؓ نے دیکھا تو امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اگر اس محل کی تعمیر اللہ کے مال سے ہو رہی ہے تو خیانت ہے اور اگر اس پر اپنا مال خرچ کر رہے ہو تو یہ اسراف ہے''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھٹا حکم یہ دیا کہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔ یعنی دنیا والے اگرچہ مجھے برا کہیں لیکن میں وہی کہوں اور وہی کروں جو اللہ کا حکم ہو اور جس سے اللہ راضی ہو اور کسی کے برا بھلا کہنے کی مطلق پروا نہ کروں۔ اسی طرزِ عمل کو ثابت قدمی اور پامردی کہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں انتہائی دلیر اور بے باک تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آخری بات جس کا آپ ﷺ نے اس موقع پر مجھے حکم دیا وہ یہ تھی کہ میں کثرت سے کلمہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' پڑھتا رہوں' کیونکہ یہ کلمہ اس خزانے سے آیا ہے جو عرش کے نیچے ہے اور یہ وہ خزانہ ہے جہاں تک کسی کی دسترس نہیں۔ یہاں کی متاعِ بے بہا اللہ تعالیٰ جن بندوں کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اس کلمے کا مفہوم یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت بس اللہ ہی کی توفیق سے بندے کو ملتی ہے۔ یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو بندہ نہ تو گناہ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی نیک اعمال کر سکتا ہے۔ اگر اس حقیقت پر نظر رہے تو بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے دست بدعا رہے گا اور اُس سے توفیق اور فضل مانگتا رہے گا تاکہ برائی سے بچ سکے اور نیکی کر سکے۔ اس کلمے کا مطلب سمجھ کر اس کا ورد کرنے والا نیکی کرنے کو اپنا کمال نہیں سمجھے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو گا جس نے اُسے اچھی توفیق دی۔ اور اسی طرح گناہ سے بچے گا تو بھی خالق و مالک کا شکر ادا کرے گا کہ اُس نے اُسے گناہ سے بچا لیا۔ عقیدہ اور عمل کی اصلاح کے لیے اس کلمے کا ورد اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تم کو وہ کلمہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے اترا ہے اور خزانۂ جنت میں سے ہے۔ وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے (جب بندہ دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بندہ (اپنی انانیت سے دستبردار ہو کر) میرا تابع فرمان ہو گیا ہے۔ بعض اہلِ علم و تقویٰ کا کہنا ہے کہ قلب و نفس کی جلی اور خفی کدورتوں کو دور کرنے میں اس کلمے کی خاص تاثیر ہے۔ چنانچہ اصلاحِ نفس کے لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس کے مطلب کا فہم حاصل کر کے خلوصِ نیت کے ساتھ اس کلمے کو وردِ زبان رکھے۔

❁❁❁